غالب

۱۷۹۶ء ——————— ۱۸۶۹ء

حالات زندگی

مرزا اسد اللہ خاں نام ابتداء میں اسد بعد کو غالب تخلص کرتے تھے ۱۷۹۶ء میں اکبر آباد (آگرہ) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبداللہ بیگ تھا۔ غالب کے دادا قوقان بیگ سمرقند سے شاہ عالم بادشاہ یا محمد شاہ کے دور میں ہندوستان آئے اور دربار شاہی سے منسلک ہوگئے۔ ان کا سلسلہ نسب سلاطین سلجوق سے ملتا ہے۔ غالب کے والد عبداللہ بیگ نے کئی جگہ ملازمت کی آخر میں الور کے راجہ بختاور سنگھ کی ملازمت کے زمانے میں ایک جنگ میں مارے گئے۔ اس وقت غالب کی عمر ۵ سال تھی۔ والد کے انتقال کے بعد ان کی پرورش اور تربیت ان کے چچا نصر اللہ بیگ نے کی جو انگریزی فوج میں ملازم تھے اور حسن خدمات کے صلہ میں سرکار انگریزی سے جاگیر پائی تھی لیکن جلد ہی ان کا بھی انتقال ہوگیا اس کے بعد غالب کی دیکھ بھال ننھیال میں ہوتی رہی اور چچا کی جاگیر سے پنشن ملتی رہی۔ آگرہ میں انہوں نے پہلے شیخ معظم سے تعلیم حاصل کی اس کے بعد ایک پارسی نژاد عالم ہرمزد سے جس کا اسلامی نام عبدالصمد تھا فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ غالب کی شادی نواب الٰہی بخش خاں لوہارو جو خود ایک شاعر تھے' کی بیٹی سے ہوئی۔ اس کے بعد چودہ برس کی عمر میں وہ مستقلاً" دہلی چلے آئے اور ہمیشہ کے لئے وہیں کے ہو رہے۔ مرزا نے اپنی پنشن کی ضبطی کے سلسلہ میں کلکتہ کا سفر بھی کیا۔ ذوق کے انتقال کے بعد وہ بہادر شاہ ظفر کے استاد بھی مقرر ہوئے ۱۸۶۹ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

غالب کی شاعری کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا دور مشکل پسندی کا دور ہے جس میں فارسی رنگ غالب ہے اور وہ طرز بیدل میں ریختہ کہتے نظر آتے ہیں۔ اس مشکل پسندی میں جہاں ان کا فارسی سے قدرتی لگاؤ اور اس کو وجہ افتخار سمجھنا ہے' وہاں اپنے خاندان حسب نسب پر فخر' برتری کا احساس اور عوام سے علیحدگی کی خواہش ہے تاکہ ان کی انفرادیت قائم رہے اس دور میں ان کے یہاں انوکھی تشبیہات اور غیر مانوس الفاظ' فارسی انداز بیان' نازک خیالی اور خیال بندی ملتی ہے۔ اس رنگ کو وہ خود بھی پسند کرتے ہیں۔

طرز بیدل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

مجھے راہ سخن میں خوف گمراہی نہیں غالب
عصائے خضر صحرائے سخن ہے خامہ بیدل کا

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا
تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

اسی قسم کے اشعار کو سن کر ایک شاعر حکیم آغا جان عیش نے کہا تھا

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

دوستوں کے بار بار آسان کہنے کی فرمائش پر خود کہتے ہیں۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی

آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

دوسرا دور

اس دور میں فارسیت کا غلبہ کم ہو جاتا ہے وہ نازک خیالی نہیں جو پہلے دور میں پائی جاتی ہے مگر فارسی کے اعلیٰ خیالات ویسے ہی ہیں لیکن مذاق سلیم پر گراں نہیں گزرتے۔ وہ مولانا فضل الحق خیر آبادی اور آزردہ کی تحریک پر اردو کلام میں سے دو تہائی حصہ نکال دیتے ہیں۔

تیسرا دور

یہ دور مرزا کی شاعری کے کمال کا ہے۔ اس دور میں ان کے یہاں سادگی روانی، سلاست اور ندرت خیال پیدا ہو جاتی ہے۔

Scanned with CamScanner

کوئی امید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی

خصوصیات کلام

روایت شکنی

غالب روایتی شاعر نہ تھے۔ بلکہ روایت شکن تھے۔ انہوں نے دوسروں سے الگ راہ اختیار کی انہوں نے ہر اس نظریہ سے بغاوت کی جس میں رسم پرستی پائی جاتی ہے۔ غالب نے کسی نئی صنف سخن کی بنیاد نہیں ڈالی لیکن انہوں نے اردو شاعری کی دنیا میں انقلاب برپا کردیا۔ اس کی صورت وہی رہی' مینا وہی ہے مگر شراب دوسری ہے بقول حالی کہ جب میر وسودا اور دوسرے شاعروں کے کلام میں ایک ہی قسم کے خیالات اور مضامین دیکھتے دیکھتے جی اکتا جاتا ہے اور اس کے بعد جب مرزا کے دیوان پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو ایک دوسرا عالم دکھائی دیتا ہے۔ غالب نے اردو شاعری کی کلاسیکی روایت کی پیروی چھوڑ کر اپنی شاعری میں اپنی شخصیت اور انفرادیت کے اظہار پر زور دیا۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا

معنی آفرینی

غالب کے خیال میں شاعری معنی آفرینی ہے قافیہ پیمائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نازک خیالی اور حسن کاری میں ان کا مقام سب سے بلند ہے۔

گنجینہ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب میرے اشعار میں آوے

Scanned with CamScanner

تصورِ عشق

عشق ہی پر اس دنیا کا نظام قائم ہے۔ اسی سے زندگی کی تمام رونقیں ہیں لیکن اس میدان میں بھی وہ دوسروں سے جدا ہیں۔ ان کے یہاں نہ میر جیسا سوز و گداز اور والہانہ پن ہے۔ نہ وہ لذت اور واقعیت ہے جو مومن کی شاعری کی جان ہے غالب کے یہاں زندگی کا سوز و گداز زیادہ ہے۔ وہ عشق کے لطیف جذبات کو باتوں باتوں میں ادا کر جاتے ہیں۔ جسم کی بھرپور راحتوں اور زندگی کی آسودہ لذتوں کا جیسا شفاف بیان غالب کے یہاں ہے شاید ہی کہیں اور مل سکے۔ غالب کے اشعار عشق میں جہاں نفسیاتی گہرائی اور جذبے کی صداقت ملتی ہے وہاں اس کا بیان اس قدر پر اثر ہوتا ہے کہ وہ ہر ایک دل کی صدا بن جاتا ہے۔

نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
جس کے شانوں پہ تیری زلفیں پریشاں ہو گئیں

ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی
مطرب بہ نغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے

اس تمام تر جذبہ سپردگی کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں احساس خودی بھی ہے۔

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

فلسفہ غم

غالب حالات اور ماحول کے لحاظ سے قنوطی دور کی پیداوار ہیں لیکن ذہنی اعتبار سے رجائیت پسند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں میر کا سا سوز نہیں لیکن گداز ہے وہ غم کا شکار ضرور ہیں مگر اس درد و غم پر ہنس لینے کا جذبہ بھی ہے وہ غم سے مغلوب ہونا پسند نہیں کرتے۔ ان کی شوخ اور آزاد طبیعت غم کو ہنسی ہنسی میں اڑا دیتی ہے۔ وہ زندگی کے رعنائیوں سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ غالب نے زندگی کی تلخ حقیقتوں کے ساتھ ہمیں اس کو تابناکیوں اور نشاط آور پہلوؤں سے بھی ہمکنار کیا ہے۔ زندگی کی سختیوں پر کڑھنے اور کراہنے کے بجائے ایک حوصلہ عطا کیا۔

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہی رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

انسان دوستی

غالب کی ایک بڑی خصوصیت انسانی نفسیات سے واقفیت' اس کا تجزیہ اور موثر بیان ہے اسی وجہ سے وہ ہر طبقہ اور دور کے شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنی شخصیت پر فریب کا پردہ نہیں ڈالا ہے ان کی بیباک صداقت اور مذہب رندی اردو شاعری میں ایک نئی روایت کا آغاز کرتی ہے۔ وہ انسانوں کے غم پر میر اور سودا کی طرح خون کے آنسو نہیں بہاتے ان کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ بھی دل میں رکھتے ہیں۔

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

کرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

فلسفہ

غالب فلسفی نہیں ہیں مگر فلسفیانہ ذہن رکھتے ہیں ان کی شاعری میں فکر کا گہرا سایہ ہے جو شاعرانہ لطافتوں کے ساتھ سمویا گیا ہے۔ شاعر اور فنکار کی حیثیت سے ان کے سوچنے اور محسوس کرنے کا انداز فلسفیوں سے مختلف ہے لیکن اس کی تہہ میں گہری چھپی ہوئی ہے۔ وہ ذہن انسانی کو دعوت فکر بھی دیتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقہ دام خیال ہے

بازیچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

رشک

رشک غالب کی شاعری کا اہم موضوع ہے۔ اردو اور فارسی کے تمام شعراء کے یہاں رشک کے مضامین ملتے ہیں لیکن یہ مضامین زیادہ تر رقیب تک محدود ہیں۔ لیکن غالب کو اپنی ذات، رقیب اور زمانے کے علاوہ خدا سے بھی رشک ہے۔

اپنی گلی میں دفن نہ کر مجھ کو بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے
مرتے ہیں ولے ان کی تمنا نہیں کرتے

ذو معنی کلام

غالب کی شاعری کی ایک خاص خصوصیت طرز ادا ہے۔ ان کی اکثر اشعار ایسے ہیں جن کے بادی النظر میں معنی کچھ اور نکلتے ہیں لیکن جب غور کیا جائے تو معنی کی ایک نئی دنیا سامنے آجاتی ہے۔

آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے
کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے کیا کہتے ہیں

تصوف

غالب صوفی نہیں تھے لیکن انہوں نے حقائق اور معارف کی کتابیں پڑھی تھیں اس لئے زمانے کے دستور کے مطابق ان کے کلام میں بھی تصوف کا رنگ ملتا ہے لیکن اس میں بھی ان کی انفرادیت جھلکتی ہے اور حالی کے بقول انہیں متصوفانہ خیالات نے مرزا کو نہ صرف اپنے ہم عصروں میں بلکہ بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے تمام شعراء میں ممتاز بنادیا ہے۔

یہ مسائل تصوف یہ تیرا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہوجانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہوجانا

Scanned with CamScanner

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

استعارہ و کنایہ

حالی کے بقول مرزا سے قبل اردو شعرا نے استعارے کو صرف قافیہ بندی کے شوق میں استعمال کیا ہے لیکن غالب کے کلام میں استعارے یا تصورات کے قلم سے نکلے ہیں۔

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقت سفر یاد آیا

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

شوخی اور ظرافت

غالب نے اردو غزل میں سب سے پہلے طنز و ظرافت کا پہلو پیدا کر کے غزل کی لطافت میں اضافہ کیا ہے اور غزل کو یہ فضیلت بخشی ہے کہ اس کے مقابلے میں نہ فارسی کی غزل آ سکتی ہے نہ دنیا کی کسی دوسری زبان کی شاعری۔ ان کا طنز کسی کا دل نہیں دکھاتا۔ اس میں بے پناہ شائستگی ہے۔ زبان و بیان کی ایسی شگفتگی ہے کہ اردو زبان کے کسی شاعر یا انشاء پرداز میں نہیں پائی جاتی۔ ان کے اشعار محض شگفتہ مزاجی، رندی یا افکار آزادروی کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ ان کے پیچھے بھی انسانیت پرستی کا ایک عظیم الشان تصور کام کر رہا ہے۔ غالب سے پہلے اردو شاعری میں سودا اور انشاء ایسے شاعر ضرور گزرے ہیں جن کے یہاں شوخی اور خوش طبعی پائی جاتی ہے لیکن یہ شوخی ہجو اور ہزل گوئی تک محدود ہے۔

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

واں گیا بھی میں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب
یاد تھیں جتنی دعائیں صرف درباں ہو گئیں

کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسد
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

عظمت غالب

اردو میں پہلی بھرپور اور رنگا رنگ شخصیت غالب کی ہے۔ ان جیسی رعنائی اور دلکشی کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔ انہوں نے اردو شاعری کو نیا ذہن، نئی فکر اور نیا انداز دیا ہے۔ غالب نے ہماری نظریں حیات انسانی کی ان تمام رعنائیوں کی طرف پھیر دیں جو کثرت گریہ سے دھندلا سی گئی تھیں۔ اس وجہ سے اردو غزل حدیث دلبری سے بڑھ کر حدیث زندگی بن گئی ہے اور اس کو جدید شاعری کا مزاج اور زبان ملی ہے ان سے اردو ادب میں نشاۃ الثانیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس وجہ سے عبدالرحمن بجنوری نے دیوان غالب کو ہندوستان کی الہامی کتاب کہا ہے اور مغل تہذیب کی عطا کردہ نوادرات میں اردو زبان اور تاج محل کی ساتھ مرزا غالب کی شخصیت برابر کی شریک ہے (رشید احمد صدیقی) غالب ایک فرد نہیں ایک نسل ہے۔ وہ دلچسپ لمحوں کا ترجمان نہیں ایک پورے دور کا نمائندہ ہے۔ ایک ایسے دور کا جذباتی ترجمان ہے جو ابھی ختم نہیں ہوا۔ ایک ایسی نسل کا نغمہ جو دفنائی نہیں گئی (فیض) دنیا میں اگر کسی شاعر سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے تو وہ گوئٹے ہے۔ غرضیکہ غالب نے اردو شاعری کے ایوان میں جو مشعل روشن کی ہے آج سو سال گزرنے کے بعد بھی اس کی روشنی سے ایوان شاعری جگمگا رہا ہے اور اس کی تب و تاب ماند نہ ہو سکی ہے اور غالب کی شاعری ایک سجی ہوئی سنجوگتا ہے جسے پرتھوی راج حیرت، محبت اور کشش کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔

Scanned with CamScanner